حجۃ الاسلام والمسلمین

ہاشمی رفسنجانی

کا تہران میں

خطبہ نماز جمعہ

الحمد للہ ربّ العٰلمین والصّلوٰۃ والسلام علیٰ رسول اللہ وعلیٰ آلہٖ الائمۃ المعصومین۔

عدل وانصاف کے متعلق بحث کرتے ہوئے جب ہم عورت ومرد کے درمیان عدل وانصاف نیز عورتوں اور مردوں کے اجتماعی حقوق کے موضوع پر پہونچتے ہیں تو معاشرے میں عورتوں کے کام کرنے کا مسئلہ بھی اس حیثیت سے پیش آتا ہے کہ یہ ایک بنیادی اجتماعی مسئلہ ہے۔ اس کے علاوہ اس عدل وانصاف کے بعد جس کی ہم پیروی کر رہے ہیں اس مسئلہ کا معاشرے میں اقتصادی اور سیاسی پہلو بھی ہے۔ چنانچہ یہ مسئلہ جیسے جیسے واضح ہوتا چلا جائے گا اور ہمارا معاشرہ اس سلسلے میں اسلامی موقف کو بہتر طور پر سمجھتا جائے گا یہ مسئلہ اس ملک میں بھی اور آیندہ عالم اسلام میں بھی اس بنا پر کہ اس کا تعلق تمام اسلامی اقوام سے ہے مفید وموثر ثابت ہوگا۔

گذشتہ چند ہفتے کی بحث کے بعد ہم اس نتیجہ پر پہنچے تھے کہ دنیا میں اس وقت جو بھی کام اور مشاغل موجود ہیں وہ اسلام کی نظر سے عورتوں اور مردوں کے لئے جائز اور مباح ہیں اور یہی کام کبھی واجب ہوتے ہیں اور کبھی مستحب۔ ہم نے یہ بھی کہا تھا کہ کچھ عہدے ایسے بھی ہیں جنھیں اسلام نہیں چاہتا کہ خواتین اختیار کریں۔ کیوں کہ وہ کام نہیں بلکہ ذمّہ داری ہیں۔ ایسی ہی ذمّہ داریوں میں فتوے صادر کرنا، مسندِ عدالت سے فیصلے جاری کرنا اور ابتدائی جہاد میں حصّہ لینا وغیرہ شامل ہیں۔ دوسری بات جو قابل توجہ ہے وہ کسی معاشرے کے انتظامی امور کی مرکزیت ہے اور چونکہ اس میں بھی فتوے کا پہلو پنہاں ہے اسی لئے یہ کام کبھی خواتین کے لئے مناسب نہیں ہیں مثلاً ولایت فقیہہ کے مسئلے کو ہی لے لیجئے اگرچہ ولایت فقیہہ کی ذات محض ایک فقیہہ کی ہے مگر درحقیقت وہ پورے شیعہ فرقہ کے افکار وخیالات پر حاکم و غالب ہے اور جتنے بھی احکام صادر ہوتے ہیں وہ سب اسی کی فروعات ہیں۔ اسی بنا پر ہم اس رائے کے حامی ہیں کہ خواتین کو فتاویٰ جاری کرنے کا حق نہیں۔ یعنی معاشرے کا یہ بنیادی عہدہ خواتین کے لئے نہیں لیکن وہ دوسری تمام چیزیں جو اس سے ماخوذ ہیں۔ ان میں کوئی اختلاف نہیں وہ خواتین اور مرد دونوں کیلئے ہی ہیں۔ اور ان کا تعلق ذاتی صلاحیت نیز وقت کے تقاضے سے ہے۔

ہمارے ملک میں اکثر وبیشتر خاندانوں کا ماحول اس طرح کا ہے جس میں انتظامی امور سے متعلق ذمّہ داریاں مردوں ہی کے کندھوں پر ہوتی ہیں۔ یعنی رہنے کیلئے مکان، پہننے کے لئے لباس، کھانے کے لئے سودا سلف اور دوا دارو جیسی ابتدائی ضروریات فراہم کرنا مردوں ہی کی ذمّہ داری ہے۔ اور اس معاملے میں خواتین پر کوئی ذمّہ داری نہیں بلکہ یہ کام مردوں ہی کے کرنے کے ہیں۔

اگر خاندان کی تشکیل کا مطالعہ کیا جائے تو اُن کے ماحول میں یہ بات نمایاں طور پر نظر آئے گی کہ عورتوں کو یہ اہم ترین ذمّہ داری سونپی گئی ہے کہ وہ اجتماعی سطح پر مردوں کی معاون ومددگار ثابت ہوں۔ انسانی فطرت بھی اسی کی متقاضی ہے اور انسانی تاریخ نے بھی اسی کے مطابق پیش رفت کی ہے۔ چنانچہ

اسلام نے بھی اس امر کی تائید کی ہے کہ بقائے نسل جو بنی نوع انسان کا اہم ترین مسئلہ ہے اور جس میں بنیادی ترین انسانی زندگی کا رمز پنہاں ہے مردوں سے زیادہ عورتوں کے سپرد کیا گیا ہے۔

کسی عورت کو خاندان کی اجتماعی زندگی میں یہ حق حاصل نہیں کہ وہ اپنے نازو نخوت کے باعث حاملہ ہونے سے انکار کر دے۔ یہ ایک ذمّہ داری ہے جو اُسے انجام دینی ہی چاہیئے۔ اسی طرح جس زمانے میں عورتیں اپنے بچّوں کو دودھ

> اگر خواتین صاف ستھرے شہری ماحول میں تعلیم حاصل کریں، مسائل کو اچھی طرح سمجھیں، بچے اور معاشرے کی تربیت نیز اجتماعی مصلحتوں کا بخوبی ادراک کریں تو آنے والی نسل جب انکے ھاتھوں تربیت پاکر نکلے گی تو وہ بہت زیادہ قابلِ عزّت و احترام سمجھی جائے گی۔

پلا رہی ہوں تو وہ شیر بہا کا مطالبہ کر سکتی ہیں اور شوہر کے لئے لازم ہے کہ وہ اُسے ادا کرے۔ اگر کسی بچّے کو دودھ پلانے کی ضرورت ہو تو وہ شیر بہا وصول کر کے دودھ پلا سکتی ہے اور اگر کہیں بچّے کی غذا کا انحصار ہی محض دودھ پر ہو تو عورت کا فرض ہے کہ اُسے دودھ پلائے۔ ایسی صورت میں دودھ پلانا اس کیلئے قطعی فرض ہے۔

کوئی معاشرہ اس دور میں جس سے ہم گذر رہے ہیں اپنی عورتوں کو اس بات کیلئے مجبور نہیں کر سکتا کہ وہ گھر کی چار دیواری میں رہ کر ہی کام کریں۔ اب چونکہ گھروں میں اتنا کام نہیں کہ وہ اسے ہی کرتی رہیں۔ اسی لئے اگر وہ گھر سے باہر کام کرنا چاہیں تو مردوں کو اس بات سے اتفاق کرنا چاہیئے کہ وہ باہر کام کریں بشرطیکہ ماحول سازگار ہو۔ اگرچہ کام کرنے کے لئے بہت سے وسیع میدان ہیں مگر عورتوں کو چاہیئے کہ وہ اپنے اصل فرائض کو ضرر نہ پہنچائیں۔ مثلاً کوئی عورت سرکاری ملازمت کرتی ہے مگر وہ اپنے بچّے کی درست تعلیم و تربیت نہیں کر سکتی تو یہ سراسر نقصان ہے۔ یہ خسارہ معاشرہ کے لئے بھی ہے اور خود اس کے لئے بھی۔ اگر کوئی عورت کہیں کام کرتی ہے تو اُسے چاہیئے کہ امورِ زندگی کو اس طرح مرتّب کرے کہ وہ اپنے بچّے کی بھی دیکھ بھال کر سکے۔

معاشرے کی ھدایت و رھنمائی میں خواتین کا کردار

جز وقتی کام (PART TIME JOB) کا قانونی مسوّدہ ایران کی مجلس نے منظور کیا ہے۔ وہ اس کے بنیادی کاموں میں سے ایک تھا اور ان بنیادی کاموں میں سے ایک ہے جسے انجام دیا جانا ہی چاہیے تھا۔ یعنی خواتین کو معاشرے میں آگے بڑھنے کا موقعہ دیا جانا چاہیئے تاکہ خانہ داری کے اصل فرائض کو انجام دیتے ہوئے وہ گھر سے باہر بھی کام کر سکیں۔ اس کے ساتھ ہی تحصیلِ علم ہی وہ بہترین ذریعہ ہے جسے خواتین کے لئے ہمیں نظر میں رکھنا چاہیئے۔ البتہ بعض حالات میں یہ بھی ممکن ہے کہ خواتین خاص شعبوں میں تحصیل علم کریں اور معاشرہ اس بات کو برداشت کرے کہ علوم و فنون کے بعض شعبوں میں اوّلیت مردوں کو دی جانی چاہیئے۔ اگرچہ یہ کوئی اسلامی حکم نہیں بلکہ کام کی مہارت کا تقاضہ ہے اور

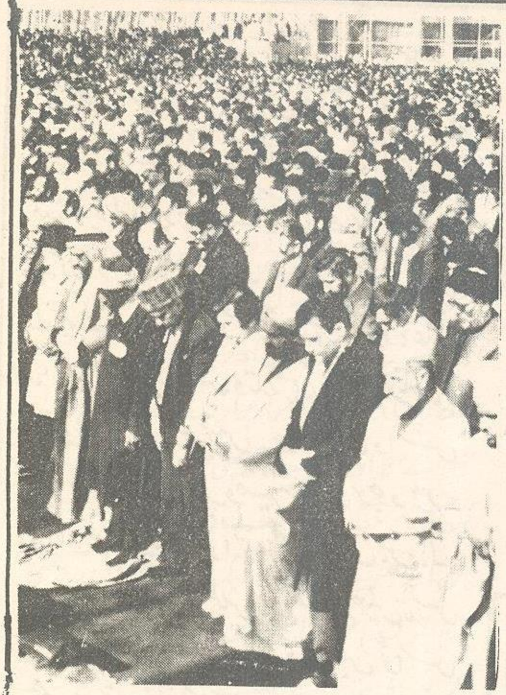

تہران میں نماز جمعے کا ایک منظر

معاشرے میں مصلحت بھی اسی امر کی متقاضی ہے۔

اسلام کا حکم تو یہ ہے کہ جو شخص جس قدر علم حاصل کرنا چاہے اسے حاصل کرنے دیں۔ اگر تمام خواتین اعلیٰ تعلیم حاصل کریں تو ایک دن وہ آئے گا جبکہ آئندہ نسلیں خوب تربیت یافتہ ہوں گی۔ اگر خواتین صاف ستھرے شہری ماحول میں تعلیم حاصل کریں، مسائل کو اچھی طرح سمجھیں، بچّے اور معاشرے کی تربیت نیز اجتماعی مصلحتوں کا بخوبی ادراک کریں تو معاشرے میں یقیناً قابل قدر ترقی ہو گی اور آنے والی نسل جب ان کے ہاتھوں تربیت پاکر نکلے گی تو وہ بہت زیادہ قابل عزّت و احترام سمجھی جائے گی۔ کیوں کہ اس کی بنیاد تعلیم یافتہ خواتین کے ہاتھوں رکھی گئی ہے۔

ہمیں چاہیئے کہ ایسے حالات پیدا کریں کہ عورتیں تعلیم حاصل کریں۔ ایسے بہت سے کام ہیں جنھیں خواتین اگر مردوں سے بہتر انجام نہیں دیں گی تو وہ ان سے کسی طرح پیچھے بھی نہ رہیں گی۔ بطور

مثال مدارس میں درس وتدریس کے کام کو ہی لیجئے۔ اس میدان میں ان خواتین نے جن کی درست تربیت ہوئی ہے (اور جن کا دامن گذشتہ معاشرہ کی آلودگیوں سے پاک ہے) ثابت کردیا ہے کہ وہ اس کام میں خاص طور پر ابتدائی ادوار کے بہت زیادہ مفید وکارآمد ہیں۔ اگر وہ عالی مدارج میں بھی درس وتدریس کا کام کرنا چاہیں تو یہ کوئی عجیب بات نہیں ہے اسوقت دانش گاہوں میں متعدد پروفیسر خواتین موجود ہیں اور ان میں سے کچھ تو اتنی اچھی مدرّس ہیں، کہ ان سے تمام شاگرد مطمئن ہیں کیونکہ انھیں تدریس کے کام سے دلچسپی ہے اور اگر وہ چاہیں تو اس سے بھی اونچے درجے کی کلاسوں کو درس دے سکتی ہیں۔

دوسرا خطبہ

الحمد للّٰہ ربّ العٰلمین والصّلوٰۃ والسّلام علیٰ رسول اللّٰہ وعلیٰ علی امیر المؤمنین وعلے الصدیقہ الطاہرہ وعلیٰ سبطی الرّحمہ وعلی ابن الحسین ومحمّد بن علی وجعفر بن محمّد وموسیٰ بن جعفر و علی بن موسیٰ ومحمّد بن علی وعلی بن محمّد والحسن بن علی والخلف الہادی المہدی (ع)

"لبیّک یا امام" کے تحت عنوان مذاکرہ آج کا اہم مسئلہ

دوسرا موضوع جس کے متعلّق ہم یہاں گفتگو کریں گے وہ مذاکرہ تھا جو "لبیّک یا امام" کے زیرِ عنوان منعقد ہوا اور اس میں صوبوں کے مراکز سے آئے ہوئے ائمّہ او صوبہ داران نے شرکت کی۔ یہ موضوع بھی بہت زیادہ اہم ہے اور مجھے امید ہے کہ مستقبل قریب میں اس مذاکرہ کے اثرات کو اپنے معاشرے اور میدان جنگ میں ہم محسوس کریں گے۔

اس مذاکرے کا قیام امام خمینی کی گفتگو کے بعد عمل میں آیا۔ یہ اس دن کی بات ہے جب کہ حضرت علی بن ابی طالب (ع) کا یوم ولادت منایا جارہا تھا۔ اس روز امام خمینی نے جس نظریے کا اظہار کیا اس پر اس سے قبل انہوں نے کبھی اس قدر زور نہیں دیا تھا۔

موصوف نے فرمایا کہ: جو شخص جنگ کرنے کی استعداد واہلیت رکھتا ہے اُسے چاہیئے کہ خود کو فوجی تربیت گاہ کے مرکز میں پیش کردے اور جن لوگوں میں جنگ کرنے

> جو شخص جنگ کی استعداد و اہلیت رکھتا ہے اسے چاہیئے کہ خود کو فوجی تربیت گاہ کے مرکز میں پیش کردے اور جن لوگوں میں جنگ کرنے کی طاقت وتوانائی نہیں ہے انہیں چاہیئے کہ جنگ کو تقویت دینے کیلئے جو بھی کام کرسکتے ہیں وہ اسے انجام دیں۔

کی طاقت وتوانائی نہیں ہے انھیں چاہیئے کہ جنگ کو تقویت دینے کے لئے جو بھی کام کرسکتے ہیں وہ اُسے انجام دیں۔ اگرچہ اس سے قبل بھی امام خمینی نے اس قسم کی گفتگو کی تھی مگر اس وقت موصوف نے اِسے اس قدر وضاحت و صراحت کے ساتھ بیان نہیں فرمایا تھا اور ان کا یہ فرمانا بغیر کسی سبب کے ہو ہی نہیں سکتا۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ الفاظ اس الہام الٰہی کا نمونہ ہیں جو کبھی کبھی ان کی زبان پر حکم خداوندی سے جاری ہوجاتے ہیں۔ جنگ کے متعلّق جو اطلاعات ہمیں مل رہی ہیں اور دنیا کی اس وقت جو کیفیت ہے۔ اس کی روشنی میں اگر ہم امام خمینی کے اس قول پر غور کریں اور اس کی گہرائی کا حساب لگائیں تو ہر شخص یہی سوچے گا کہ تقریر کے دوران یہ جملہ خداوند تعالیٰ کے حکم سے ان کی زبان پر اس غرض سے جاری ہوا ہے کہ لوگ اپنی راہ کا خود انتخاب کرلیں چنانچہ یہ مذاکرہ امام خمینی کے اس قول یا ان کے اس حکم کو منظم کرنے کی خاطر منعقد کیا گیا ہے۔

گذشتہ ہفتہ سے قبل جو فوجی کارروائی ہوئی تھی اس نے اور خاص طور پر جنگی کارروائی والفجر ۸ نے بہت سے حالات وواقعات کو تبدیل کردیا ہے۔ اس منطقے کے باہر جو لوگ صدام کے حامی و طرفدار ہیں ان کا خیال تھا کہ اب جنگ کیلئے تمام راہیں مسدود ہوچکی ہیں اور اس کا حل فوجی عمل کے ذریعے نہیں نکل سکتا۔ مگر اس کارروائی کے بعد ان لوگوں نظریات میں یکسر تبدیلی آگئی ہے اور جو لوگ اپنے اس بنیادی نظریے کو بالکل تبدیل نہیں کرسکے ہیں ان کے خیالات میں کم ازکم تردّد تو پیدا ہو ہی گیا ہے۔ ہمارے دنیا سے جو روابطُ تعلّقات ہیں اُن سے ہم اِن مسائل کو بخوبی سمجھ سکتے ہیں۔ اب تمام دنیا اچھی طرح سمجھ گئی ہے کہ یہ بات درست نہیں کہ جنگ کے ذریعے فوجی فتح حاصل نہیں ہوتی جس وقت خلیج فارس کے علاقے میں صدّام کی شرانگیزیاں جاری تھیں جمہوری اسلامی ایران نے اُسے تنبیہ کی اور اُسے اس کی شرانگیزی سے روکنا چاہا اور جب وہ اپنی حرکات سے باز نہیں آیا تو جمہوری اسلامی نے بھی اس کی دست درازی کو روکنے کا فیصلہ کرلیا تو اس نے مشکل ترین محاذ جنگ تک فتح وکامرانی حاصل کی اور شط العرب کو بھی پار

کر لیا جس علاقے پر اسلامی افواج نے قبضہ کیا ہے اس کے متعلق صدّام کا خیال تھا کہ وہ اسے تین دن میں دوبارہ حاصل کر لے گا مگر تقریباً دو ماہ سے اس پر اسلامی افواج کا قبضہ جاری ہے اور ان کی پیشانی پر شکن تک نہیں اس واقعے نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ اس جنگ میں فوجی فتح بھی حاصل ہو سکتی ہے۔ اس کے لئے ہمیں کوئی دلیل و برہان پیش کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ حکماء کا قول ہے کہ کسی چیز کے وقوع پذیر ہونے کی محکم ترین دلیل یہ ہے کہ وہ چیز خود موجود ہو۔ چنانچہ جو واقعہ رونما ہو چکا ہے وہ فتح و کامرانی کی روشن دلیل ہے اور اس دلیل کی بنیاد پر ہمارے نوجوان محاذ جنگ پر پہنچ گئے اور انہوں نے آسانی سے فاؤ پر قبضہ کر لیا وہ نہ صرف فاؤ بلکہ بصرہ پر بھی قبضہ کر سکتے ہیں۔ وہ اس کی شاہراہ پر بھی قابض ہو سکتے ہیں اور بغداد میں بھی داخل ہو سکتے ہیں۔ اُن کے لئے کسی جگہ پہنچ جانا کوئی بڑی بات نہیں ہے۔ ان شہروں کے لوگ آج بھی ویسے ہی ہیں جیسے کل تھے۔ عراقیوں کی حالت آج گزشتہ سے بہتر ہے۔ اور ساری دنیا نے یہ بات تسلیم کر لی ہے کہ اس جنگ میں عراقیوں نے کافی نقصان اٹھایا ہے اور اُن کے عمدہ ترین دستوں کو سخت ترین نقصان پہنچا ہے اور اس بنا پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ جنگ کے ذریعہ فوجی فتح بھی حاصل ہو سکتی ہے چنانچہ یہ فتح بھی ایران کو ہی حاصل ہوئی ہے اور یہ بات ایسی واضح و روشن ہے جس کے لئے کسی دلیل کی ضرورت نہیں۔

ہم روزِ اوّل سے یہ بات کہتے چلے آ رہے ہیں کہ عراق اپنے پیروں پر کھڑا نہیں رہ سکتا۔ صدّام کا وجود اس کٹھ پتلی کی طرح ہے جسے ہر طرف سے ڈوریوں کے ذریعے باندھ کر فضا میں معلّق رکھا گیا ہے اگر کسی طرف سے کوئی ڈوری کٹ جائے گی تو اس کا توازن بھی بگڑ جائے گا۔ دنیا کی بڑی طاقتوں نے اس کے گرد جو ڈوریاں باندھی تھیں ان کے بل اب بوسیدہ ہو چکے ہیں۔ اور وہ دن دور نہیں جبکہ اس کے گرد بندھی ہوئی تمام ڈوریاں ٹوٹ کر گر جائیں گی۔ اس وقت بھی وہ ایک ہی ڈوری سے اٹکا ہوا ہے اور وہ ہے اس منطقے کی رجعت پسندی۔

اس منطقے کی رجعت پسند طاقتیں کبھی

ہم روزِ اوّل سے یہ بات کہتے چلے آ رہے ہیں کہ عراق اپنے پیروں پر کھڑا نہیں رہ سکتا۔ صدّام کا وجود اس کٹھ پتلی کی طرح ہے جسے ہر طرف سے ڈوریوں کے ذریعے باندھ کر فضا میں معلّق رکھا گیا ہے اگر کسی طرف سے کوئی ڈوری کٹ جائے گی تو اس کا توازن بھی بگڑ جائے گا۔

جمہوری اسلامی ایران کی ہتک کرنے سے بھی گریز نہیں کرتیں جس کی وجہ یہ ہے کہ وہ سمجھتی ہیں کہ ان کی قسمت صدام کی قسمت سے وابستہ ہے درآنحالیکہ یہ بات حقیقت سے بعید ہے۔

ایران متمنّی ہے کہ اس منطقے میں امن برقرار رہے

اب آپ اسی وقت سے مخالفین کے بارے میں غور کیجئے۔ ہم نے جو بات بطورِ نصیحت کہی تھی اسے لوگوں نے دھمکی سمجھا۔ چاہیئے تو یہ تھا کہ حق و صداقت کی جانب متوجّہ ہوتے لیکن اس کا کیا علاج کہ وہ گمراہ ہونے پر بضد ہیں اور ان کی اس گمراہی میں پہلے سے کہیں زیادہ اضافہ ہو گیا ہے چنانچہ اب وہ ایران کی ہتک اور اہانت پر اُتر آئے ہیں۔ صرف اپنی مجالس ہی میں نہیں، بلکہ اپنے روزانہ اخبارات اور ریڈیو کے ذریعے سے بھی اس حرکت سے باز نہیں آتے۔ لیکن ہم اب تک صبر کئے ہوئے ہیں اور ہمیں امید ہے کہ انشاء اللہ صبر کا دامن ہمارے ہاتھ سے نہیں چھوٹے گا اور ہم آئندہ بھی صبر کرتے رہیں گے کیونکہ ہم جنگ کو وسعت دینے کے حق میں نہیں ہیں اور ہم یہ نہیں چاہتے کہ اس منطقے میں بدامنی پیدا کریں۔ اس علاقے میں امن قائم رکھنا ایران کے لئے دوسروں کے مقابلے کہیں زیادہ اہم ہے اور یہ بھی بات کسی سے پوشیدہ نہیں کہ آپ لوگ بھی دوسرے تمام افراد کے مقابلے میں سب سے زیادہ اس بات کے متمنّی ہیں کہ اس منطقے میں امن قائم ہو۔ چنانچہ یہی وجہ ہے کہ یہ لوگ ہم سے بلا وجہ خوف زدہ ہیں۔ شاید انہوں نے خود یہ فیصلہ کر لیا ہے کہ ہمیشہ ہم سے ڈرتے رہیں لیکن اس بات سے ہمارا کوئی تعلق نہیں یہ ان کا اپنا معاملہ ہے۔

اب عرب ممالک ہی کو لے لیجئے یہ چار عرب ملک جنہوں نے "اتحادیہ عرب" کے نام سے انجمن بنائی ہے سر جوڑ کر بیٹھ جاتے ہیں اور ایران کی مذمّت کرنے لگتے ہیں۔ ان کے مذمت کرنے سے ہوتا کیا ہے؟ کیا ہم مصر، اردن، مراقش کے حسن اور اسی قسم کے دیگر ممالک کی رائے سے ڈرتے ہیں۔ اگر یہ لوگ اپنی زبان سے ہماری مذمّت کرتے ہیں تو کیا ان کا یہ فعل ہمارے لئے باعث ننگ و رسوائی ہے؟

وہ لوگ اگر ہماری مذمت کرتے ہیں تو یہ

ہمارے لئے باعث مسرت ہے البتہ اگر وہ ہماری تعریف کریں تو یہ یقیناً ہمارے لئے معیوب بات ہوگی کیونکہ جو ہاتھ اسرائیل کی جانب دراز ہو رہا ہے اور اس سے دوستی کرنا چاہتا ہے اگر وہی ہاتھ جمہوری اسلامی کی جانب سے بڑھے تو یہ بات ہمارے لئے موافق و سازگار نہ ہوگی اور ہم جانتے ہیں کہ وہ ہماری جانب رُخ نہیں کریں گے اور ہم سے دوستی بھی نہ کرنا چاہیں گے۔

دوسری جانب انھوں نے ہمیں اوپیک کے ذریعے ذلیل و رسوا کرنا چاہا ہے خود تو ڈوب

امام خمینی نے کہا ہے کہ آپ لوگ جنگ کے لئے آمادہ رہئے۔ محاذ جنگ پر جائیے اور محاذ کی پچھلی صفوں کو مضبوط کیجئے اس بات کا امکان ہے کہ دشمن پھر شرارت کرے۔

ہی رہے ہیں اور چاہتے ہیں کہ اپنے ساتھ ہمیں بھی لے ڈوبیں۔ چنانچہ وہ اپنے تیل کی قیمت فی بیرل اٹھائیس ڈالر سے گرا کر دس بارہ ڈالر تک تو لے ہی آئے ہیں اور اوپیک کی حالیہ کانفرنس میں انھوں نے مزید یہ بہانہ تراشا ہے کہ عراق نے اعلان کیا ہے کہ وہ اپنے تیل کی پیداوار میں دس فیصدی اضافہ کرنا چاہتا ہے۔ اچھا بھئی اب یہ تیری مرضی کہ تو چاہے تو اپنے تیل کی قیمت میں ۵۰ فیصدی کمی کرے یا ۶۰ فیصدی۔ اس کے بعد اگر تو تیل کی پیداوار میں دس فیصدی اضافہ کرنا چاہے گا تو اس سے تیرا خسارہ تو پورا ہونے سے رہا۔ اگر ۵۰ فی صد تخفیف کی بجائے ۱۰ فیصد اضافے سے چشم پوشی کی جاتی تو کوئی معقول بات ہوتی۔ مگر یہ واضح و روشن منطق ان کے فہم سے بالاتر ہے اور یہ لوگ اس قدر نادان واقع ہوئے ہیں اور خود کو اتنا بدنام کر چکے ہیں کہ انھیں اپنی اقوام تک سے شرم نہیں آتی اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اوپیک اپنے جلسے میں کسی نتیجہ پر نہ پہنچ سکی اب انشاء اللہ جلدی ہی دوسری اقوام ان پر آہستہ آہستہ اپنا دباؤ ڈالیں گی اور اگلی نشست میں کسی نتیجے پر پہنچ سکیں گی یہ رجعت پسند عرب اس منطقے میں بہت نازیبا حرکات کر رہے ہیں۔ مگر اس کے باوجود ہم انھیں متنبہ کئے دے رہے ہیں۔

امام خمینی نے جو یہ کہا ہے کہ آپ لوگ جنگ کے لئے آمادہ رہئے۔ محاذ جنگ پر جائیے اور محاذ کی پچھلی صفوں کو مضبوط کیجئے۔ وہ اسی خطرے کے پیش نظر انھوں نے فرمایا ہے کہ: کسی کو تنبیہ کرنے کا بھی ایک خاص وقت ہوتا ہے ہم نے تو کچھ عرصے تک صبر کر لیا مگر دشمن صبر نہیں کرے گا اس بات کا امکان ہے کہ دشمن پھر شرارت کرے جو دشمن اوپیک کی نشست، میدان جنگ میں ہم پر کاری ضرب لگانے یا اپنے آقاؤں کے حکم کی تعمیل کرنے کی خاطر خود اپنا ہی گلا کاٹ سکتا ہے اس سے اس بات کی بھی توقع کی جا سکتی ہے کہ وہ آئندہ ایسی ہی وحشت و دیوانگی کی باتیں کرے۔

اس وقت دنیا کے حالات، اس منطقے کی وضع و کیفیت اور جنگ کی صورت حال اس بات کی متقاضی ہے کہ ہم ہر پہلو سے آمادہ اور تیار رہیں اگر ہم یہ دیکھتے ہیں کہ ہماری کسی تنبیہ کا کوئی اثر نہیں ہوتا اور ہمارا کوئی مذاکرہ، پیغام یا ٹیلی فون کرنا بے سود ہے تو ہم ہمیشہ صبر کر کے تو بیٹھ نہیں سکتے۔ اس لئے کچھ نہ کچھ تو کرنا ہی ہوگا اور ہمیں امید ہے قوم کی مدد، سپاہ، فوج اور رضا کاروں کی قربانی سے جنگ کی مشکل جلد ہی حل ہو جائے گی انشاء اللہ۔ ●●

مبلغ اشتراک

ماہنامہ
راہِ اسلام

شرح خریداری: فی پرچہ مبلغ تین روپے
چھ ماہی: مبلغ پندرہ روپے
سالانہ: مبلغ تیس روپے

رقم خریداری:۔ بذریعہ منی آرڈر مندرجہ ذیل پتہ پر ارسال فرمائیں
ڈائرکٹر ایران کلچر ہاؤس ۱۸۔ تلک مارگ۔ نئی دہلی ۱۱